خطبہ جمعہ

خلافت رابعہ کے دور کے مزید شہداء کا ذکر خیر

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹/جولائی ۱۹۹۹ء بمطابق ۹/وفا ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين.

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

﴿يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْابِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔(سورۃ البقرہ آیات ۱۵۴تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

خلافت رابعہ کے شہداء کا تذکرہ ہو رہا ہے اور آج یہ اس کی دوسری قسط ہے۔ سب سے پہلے **محمود احمد صاحب اٹھوال شہید پنوں عاقل، سندھ**۔ تاریخ شہادت ۲۹/جولائی ۱۹۸۵ء۔ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ جن کے شوہر محمود احمد اٹھوال صاحب شہید کئے گئے، لکھتی ہیں کہ محمود صاحب کو شہادت کا بہت ہی شوق تھا۔ 1974ء میں احمدیوں کی مخالفت زوروں پر تھی مگر آپ نے ہر موقع پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ یہ مخالفت کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی گئی اور آپ کے ماموں زاد بھائی مقبول احمد کو فروری 1982ء میں پنوں عاقل میں شہید کر دیا گیا۔ جب آپ اپنے بھائی کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں قبر میں اتار رہے تھے تو پہلے مقبول شہید سے مخاطب ہوئے ہیں پھر اپنے آپ کو مخاطب کیا ہے۔ مقبول کو دفن کرتے وقت آپ نے کہا: اے مقبول! یہ رتبہ خوش نصیبوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پھر کہا اے محمود! یعنی خود اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: کاش تجھے بھی یہ رتبہ حاصل ہو جائے اور تُو بھی یہیں پر آئے۔

ربوہ سے واپسی پر پنوں عاقل کی پولیس نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی زمینیں فروخت کر کے کہیں اور چلے جائیں کیونکہ پہلے آپ کے رشتہ دار بھائی کو شہید کیا جا چکا ہے۔ ہم مولویوں کی وجہ سے مجبور ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔ اس پر آپ نے انہیں جواب دیا کہ احمدیت کی مخالفت تو ہر جگہ ہے۔ ہر جگہ دشمن ہے۔ اگر مجھے شہادت ملنی ہے تو یہاں کیوں نہ ملے۔ آپ کے دو بیٹے سکول جاتے تو مولویوں کے کہنے پر کچھ لڑکے ان کو تھپڑ مارتے اور گالیاں دیتے۔ سکول کے اساتذہ بھی مذہبی مخالفت کی بنا پر سختی کرتے۔ اوباشوں کے گروہ ان کے گھروں پر بھی فائرنگ کرتے رہتے۔ دشمن رات کو چھپ کر ان کے کھیتوں کا پانی بند کر دیتے۔ پکی ہوئی فصلوں کو آگ لگا دیتے یا کاٹ کر اجاڑتے تاکہ ان پر ذریعہ معاش تنگ ہو جائے اور کسی طرح یہ احمدیت سے توبہ کر لیں۔

آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات دروازہ کھٹکا۔ جیٹھ کا بیٹا سعید باہر گیا تو دروازہ کے پاس ہی دو آدمی کھڑے تھے۔ انہوں نے سعید پر حملہ کر دیا۔ ایک نے اس کے منہ اور ناک کو ہاتھوں اور کپڑے سے باندھ دیا اور دوسرے نے اسے مارنا شروع کیا اور گھسیٹتے ہوئے دروازہ سے پندرہ گز دور لے گئے۔ سعید نے بعد میں بتایا کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ان سے آزاد ہو جاؤں لیکن ناکام رہا۔ آخر کار جب مارنے والے نے خنجر نکالا اور دوسری طرف سانس بند کر دینے کی وجہ سے میری حالت بگڑی تو میں نے اللہ کو یاد کرتے ہوئے آخری کوشش کی اور منہ آزاد کروانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے والد صاحب کو آوازیں دیں۔ چنانچہ وہ اور چچا یعنی محمود احمد صاحب شہید موقع پر پہنچ گئے اور ایک آدمی تو بھاگ نکلا لیکن دوسرے کو پکڑ لیا گیا۔ مجرم نے پولیس کو بتایا کہ میں گھوٹکی ضلع سکھر کے ایک مدرسہ کا طالبعلم ہوں۔ مولوی صاحبان نے ہمیں بھیجا تھا کہ اس نوجوان کو قتل کر دیں لیکن اس نوجوان کی قسمت تھی کہ یہ بچ گیا۔ سعید آجکل ربوہ میں رہائش پذیر ہیں اور دوکانداری کرتے ہیں۔

ملاں ملٹے بازار میں مسلسل لوگوں کو بھڑکاتے رہے کہ محمود قادیانی کو قتل کرنا واجب اور باعثِ ثواب ہے۔

واقعہ شہادت: ۲۹/جولائی ۱۹۸۵ء کی شام کو جب آپ ایک دوست کو ملنے باہر گئے تو آپ کا چودہ سالہ بیٹا بھی ساتھ تھا۔ واپسی پر تین آدمیوں نے اچانک ایک گلی سے نکل کر آپ پر حملہ کر دیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہادت کے وقت اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹے احمدیت نہ چھوڑنا خواہ تمہیں بھی جان دینی پڑے۔ پسماندگان میں بیوہ مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے جن میں سے پانچ بیٹیوں کی بفضل خدا کامیاب شادی ہو چکی ہے۔ باقی بچے غیر شادی شدہ ہیں۔ بچوں کے اسماء یہ ہیں: بیٹی عذرا پروین فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ خالدہ پروین احمد آباد سانگرہ نزد ربوہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ فاروق احمد امریکہ میں ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ ساجدہ پروین جرمنی میں ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ راشدہ پروین احمد آباد سانگرہ نزد ربوہ میں بیاہی ہوئی ہیں۔ روبینہ پروین صاحبہ آسٹریلیا میں ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ طاہرہ پروین والدہ کے ساتھ رحمان کالونی ربوہ میں رہ رہی ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔ دو بیٹوں طاہر احمد اور عثمان احمد نے میٹرک کا امتحان دیا ہے اور ایک بیٹے لقمان احمد ساتویں جماعت میں پڑھتے ہیں اور یہ سب والدہ کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد دین و دنیا میں ترقی پذیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمیشہ دینی اور دنیاوی لحاظ سے حفاظت فرمائے۔

مرزا منور بیگ صاحب شہید چونگی امرسدھو (لاہور)۔ تاریخ شہادت ۱۸/اپریل ۱۹۸۶ء۔ مکرم مرزا منور بیگ صاحب شہید سکنہ چونگی امرسدھو لاہور کو ایک معاند احمدیت عبدالشکور منشاء نے ۱۷/اپریل ۱۹۸۶ء کو فائر کر کے زخمی کر دیا اور آپ ہسپتال میں اگلے روز ۱۸/اپریل ۱۹۸۶ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہید کے بیٹے مرزا اقدس بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد مرزا منور بیگ صاحب کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی لیکن چونکہ تبلیغ کا شوق تھا اس لئے ایک مولوی امین اور اس کے چیلے اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شہادت سے پندرہ روز قبل آپ کا ایک غیر احمدی دوست جو مولوی امین کا پیروکار تھا، آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا کوئی اسلحہ وغیرہ گھر پر ہے۔ والد صاحب نے جواب دیا میری کسی سے کیا دشمنی ہے؟ اُس نے کہا کہ سارا علاقہ تمہارا دشمن ہے اس لئے اسلحہ بناؤ۔ والد صاحب نے جواب دیا اچھا بنا لیں گے۔ غالباً وہ بھی ٹوہ لینے کے لئے آیا ہو گا کہ گھر پر ان کے اسلحہ ہے کہ نہیں۔

ایک دن ان کے گھر کے باہر شور ہوا تو گھر والے دیکھنے باہر نکلے تو پتہ چلا کہ مولوی امین کے ایک چہیتے شاگرد منشاء نے انہیں گولی مار دی ہے۔ شہید اس وقت خون میں لت پت سڑک پر پڑے تھے۔ فوراً ہسپتال لے جایا گیا جہاں اگلے روز آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ چاروں بیٹے مرزا اقدس بیگ، مرزا مظفر بیگ، مرزا وسیم بیگ اور مرزا طاہر بیگ اپنی والدہ کے ساتھ لاہور میں رہتے ہیں۔ مرزا اقدس بیگ شادی شدہ ہیں اور باقی تینوں غیر شادی شدہ ہیں۔ جبکہ بیٹیوں میں سے نصرت مبارک صاحبہ اہلیہ مبارک احمد خان جرمنی میں مقیم ہیں۔ بشریٰ جہانگیر صاحبہ اہلیہ مرزا جہانگیر بیگ صاحب فیصل آباد میں ہیں۔ رخسانہ نسیم صاحبہ اہلیہ مرزا نسیم بیگ صاحب راولپنڈی میں رہتی ہیں۔ چوتھی بیٹی نسرین اہلیہ مرزا محمود احمد صاحب۔ ان کے میاں زمینداره کرتے ہیں اور پانچویں ارسہ مرزا ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ اور یہ سارے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت سے ہیں۔

شہادت **سید قمرالحق صاحب شہید سکھر** اور **راؤ خالد سلیمان صاحب شہید کراچی**۔ یہ کراچی والے دوست بھی سید قمرالحق صاحب کی حفاظت کی غرض سے بھیجے گئے تھے اور اسی دوران وہیں شہید ہو گئے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے۔ ان کے والد غیر احمدی تھے جو آخر تک غیر احمدی ہی رہے۔

آپ یعنی سید قمرالحق صاحب شہید مکرم حکیم سید عبدالہادی صاحب مونگھیری کے بیٹے

تھے۔ آپ چندور ضلع مونگھیر میں پیدا ہوئے۔ نو یا دس سال کی عمر میں قادیان آئے اور مڈل تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد ملتان سے میٹرک کیا جس کے بعد چھ سال تک مرکز سلسلہ ربوہ میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری، دفتر وصیت اور دفتر خزانہ میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں سکھر چلے گئے اور وہیں پرائیویٹ طور پر M.A. اور پھر B.T. کر کے گورنمنٹ کامران ہائی سکول میں انگلش ٹیچر لگ گئے اور بوقت شہادت اسی ادارے میں ملازمت کر رہے تھے۔ آپ سید شمس الحق صاحب (مرحوم) کارکن دارالافتاء اور مکرم نجم الحق صاحب مرحوم امیر ضلع کے بھائی تھے۔

اوصاف حمیدہ: نو عمری ہی میں آپ نظام وصیت سے منسلک ہو گئے تھے۔ نماز روزہ کی بڑے خلوص سے پابندی کرتے تھے۔ بہت کم گو اور سنجیدہ مزاج تھے۔ سکھر میں قائمقام امیر اور زعیم انصاراللہ کے طور پر سلسلہ کی خدمات کی توفیق پائی۔

واقعہ شہادت: یکم رمضان المبارک مطابق ۱۱ر مئی ۱۹۸۶ء کی صبح سات بجے آپ اپنے گھر سے سکول جانے کے لئے پیدل روانہ ہوئے۔ کراچی کے ایک نو مبائع خادم مکرم راؤ خالد سلیمان صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رستہ میں منارہ روڈ کے چوک کے قریب پانچ نامعلوم افراد نے اچانک آپ پر خنجروں اور کلہاڑیوں سے حملہ کر دیا۔ مکرم خالد سلیمان صاحب کچھ دیر تک ان حملہ آوروں کے خلاف دفاع کرتے رہے۔ مگر حملہ آوروں نے پستول سے گولیاں چلا کر اور خنجروں اور کلہاڑیوں سے پے در پے وار کر کے دونوں کو شہید کر دیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔ پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ درج کروائی گئی لیکن کوئی قاتل گرفتار نہیں کیا گیا۔ ۱۲ر مئی ۱۹۸۶ء کی شام دونوں شہداء کے جنازے ربوہ لائے گئے جہاں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد شہداء کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

پسماندگان میں آپ نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ بیٹا انوار الحق منیب غیر شادی شدہ ہیں اور آسٹریلیا میں مقیم ہیں۔ تین بیٹیوں میں سے بڑی سیدہ عطیہ سلطانہ صاحبہ مکرم مسرور مصطفیٰ صاحب کی اہلیہ ہیں اور لاہور میں رہتی ہیں۔ دوسری بیٹی تنویر قمر، مکرم مدثر احمد صاحب ملک کی اہلیہ ہیں اور کیلگری (کینیڈا) میں آباد ہیں۔ تیسری بیٹی ثمرین قمر ابھی غیر شادی شدہ ہیں اور والدہ کے ساتھ کراچی میں رہتی ہیں۔

مکرم راؤ خالد سلیمان صاحب گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے تھے۔ خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ شہادت سے دو تین سال پہلے بیعت کی لیکن اپنے اخلاص سے السابقون الاولون میں شمار ہونے لگے۔ کراچی میں ملازم تھے اور سکھر میں حالات کے پیش نظر مقامی جماعت کی امداد کے لئے رضاکارانہ طور پر آئے ہوئے تھے۔ آپ غیر شادی شدہ تھے اور کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی۔

شہادت **رخسانہ طارق صاحبہ شہیدہ۔ مردان**۔ رخسانہ طارق صاحبہ ۹ر جون ۱۹۸۶ء کو عید کے دن شہید کی گئیں۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے رخسانہ میں دیکھی وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنا جہیز بانٹنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ میں نے امی جان سے کہا تھا کہ مجھے صرف ایک چارپائی دے دیں۔ زندگی فانی ہے، اس کا کیا بھروسہ ہے؟۔ جتنی بھی غریبوں کی خدمت کر لوں مجھے راحت ہوتی ہے۔ ان کے میاں طارق صاحب بتاتے ہیں کہ غریبوں کی خدمت کر کے ان کے چہرے پر اتنی خوشی چمکتی تھی جیسے سورج نکل آیا ہو۔

عید کے دن رخسانہ نے عید پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا مگر طارق کے بڑے بھائی نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا مگر یہ نہ رکیں اور پرانے کپڑوں میں ہی عید کی نماز کے لئے چلی گئیں حالانکہ شادی کے بعد یہ ان کی پہلی عید تھی۔ عید کی نماز میں وہ بہت روئیں مگر گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش تھیں۔ سب کے لئے ناشتہ تیار کیا۔ ان کے خاوند بتاتے ہیں کہ میں حیران تھا آج اتنی خوش کیوں ہیں؟۔ گھر میں سب کو خوشی سے ملیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ ان کے آخری لمحات ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کو شہادت کی اطلاع مل چکی تھی۔ اتنے میں طارق کا بڑا بھائی آیا اور آتے ہی اس نے رخسانہ پر گولیوں کی بارش برسادی۔ طارق کا بیان ہے کہ مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب میں اللہ کو پیاری ہو جاؤں تو مجھے پہاڑوں کے دامن میں دفن کرنا۔ وہ ربوہ ہی کے پہاڑ تھے جہاں پر وہ بالآخر دفن کی گئیں۔ شہیدہ کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ آپ مکرم مرزا خان محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ آپکے شوہر اپنے سسر مرزا خان محمد صاحب کے پاس سرگودھا ہی میں مقیم ہیں۔

شہادت **بابو محمد عبدالغفار صاحب شہید۔ حیدرآباد**۔ یوم شہادت ۹ر جولائی ۱۹۸۶ء۔ آپ ماسٹر خدا بخش صاحب کے ہاں کانپور (انڈیا) میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں ان کے والد صاحب نے تمام افراد خانہ سمیت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔ تقسیم ملک کے وقت آپ ہجرت کر کے حیدرآباد (سندھ) میں آ کر آباد ہو گئے۔ پیشہ کے اعتبار سے آپ فوٹوگرافر تھے۔ قرآن کریم سے بہت محبت رکھتے تھے۔ بہت ملنسار، ہمیشہ جماعت کی خدمات پر کمربستہ۔ ایک لمبے عرصہ تک جماعت کی امارت آپ کے سپرد رہی۔ حیدرآباد میں آپ جماعت کی روح رواں تھے۔ ایک نڈر داعی الی اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی بھی تھے۔

واقعہ شہادت: ۹ر جولائی ۱۹۸۶ء بروز بدھ ایک بجے دوپہر اپنے شوروم میں کرسی پر بیٹھے تھے کہ ایک درندہ صفت مُلاّں آپ کی دکان میں داخل ہوا اور اس نے آپ پر چھری سے پے در پے وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے ہاتھوں کے نشانات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ نے آخری وقت تک حملہ آور کا مقابلہ کیا۔ اس وقت آپ کا صرف ایک ملازم دکان پر موجود تھا مگر ڈارک روم (Dark Room) میں تصویریں بنا رہا تھا۔ وہ جب کام سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو اس نے شور مچایا۔ لوگ جمع ہو گئے، فون کئے گئے اور آپ کو اسی وقت ہسپتال لے جایا گیا لیکن راستہ ہی میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ کو پیارے تو پہلے ہی تھے مگر راستہ ہی میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی تدفین ربوہ میں عمل میں آئی۔

پسماندگان: مکرم ذوالفقار احمد صاحب قریشی گزشتہ چالیس سال سے یہاں لندن میں مقیم ہیں۔ آگے ان کے بچوں کی بھی شادیاں ہو چکی ہیں۔ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ قریشی محمد افضل صاحب کراچی میں ہیں۔ مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم عبدالباسط صدیقی صاحب حیدرآباد میں ہیں۔ مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا الطاف احمد صاحب واہ کینٹ میں ہیں۔ مکرمہ بشریٰ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم وحید احمد صاحب بھی شادی شدہ ہیں اور جرمنی میں ہیں اور اپنے حلقہ کی لجنہ کی صدر ہیں۔ مکرمہ صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ ظہور الحسن صاحب مرحوم بھی اپنے بچوں کے ساتھ جرمنی میں آباد ہیں۔ بابو صاحب کے سب بچے خدا کے فضل سے دینی اور دنیوی نعمتوں سے متمتع ہیں۔

غلام ظہیر احمد صاحب۔ سوہاوہ ضلع جہلم۔ آپ سوہاوہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔

واقعہ شہادت: ۲۵ر فروری ۱۹۸۷ء کی رات کو آپ بجلی درست کروانے جا رہے تھے کہ احمدیت کی مخالفت کے باعث بعض نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

ورثاء: شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پسماندگان میں چھوڑے۔ بیٹا مرحوم کی شہادت سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ سب بچے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ نادیہ ظہیر، راشدہ ظہیر، بشریٰ ظہیر، احسن ظہیر اپنی والدہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ شہید مرحوم کی بیوہ نے ان کے بڑے بھائی سے بعد میں شادی کر لی تھی۔

ڈاکٹر منور احمد صاحب شہید۔ سکرنڈ۔ تاریخ شہادت ۱۴ر مئی ۱۹۸۹ء۔ ڈاکٹر منور احمد صاحب کے والد چوہدری بشیر احمد صاحب اٹھوال تحصیل و ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیدائش ۱۹۵۷ء میں چک نمبر ۳۱۸ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا آغاز ڈاکٹر صاحب کے پڑدادا نواب ولد زمیندار کے ذریعہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم سکرنڈ ضلع نوابشاہ میں حاصل کی جہاں آپ کے والد بسلسلہ روزگار مقیم تھے۔ میٹرک کے بعد آپ نے طبیہ کالج ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے فاضل الطب والجراحۃ کا امتحان پاس کرنے کے بعد سکرنڈ میں پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کی شادی سکرنڈ کے موجودہ صدر صاحب چوہدری فرزند علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت سے قبل آپ کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ میری سونے کی چوڑیوں میں سے ایک چوڑی ٹوٹ کر گر گئی ہے اور ساتھ ہی بہت ہجوم ہے اور عورتیں باری باری میرے گلے لگ کر رو رہی ہیں لیکن میں سمجھ نہ سکی کہ وہ کیوں رو رہی ہیں۔ صبح اٹھ کر پریشان رہی، صدقہ بھی دیا مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جسم سے جان نکل گئی ہو۔ ڈاکٹر صاحب شہید کو خواب سنائی تو کہنے لگے اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آئے گی۔ معلوم ہوتا ہے وہ اس خواب کی تعبیر صحیح سمجھ چکے تھے۔ بہت بہادر انسان تھے کہا کرتے تھے کہ شہادتیں کسی کسی کو نصیب ہوا کرتی ہیں۔ یہ نصیبوں والوں کا حصہ ہے، کاش یہ رتبہ مجھے نصیب ہو۔

سکرنڈ کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو بیوی سے کہنے لگے کہ ربوہ چلی جاؤ مگر وہ نہ مانی اور کہا کہ آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ شہادت کے دن کلینک میں دو آدمی آئے اور گولیاں برسا کر آپ کو وہیں شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کمپوڈر گھر روتا ہوا آیا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو کسی نے گولی ماردی ہے۔ بہت ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ غم کا پہاڑ تھا جو اہل خانہ پر ٹوٹ پڑا۔ بچے کہتے تھے کہ ابو کو کس نے مارا ہے اور کیوں مارا ہے؟۔ ایک بچہ کہتا کہ میں اُن کو گولی مار دوں گا۔ دوسرا کہتا کہ وہاں اور لوگ

بھی تو تھے انہوں نے ہمارے ابا ہی کو کیوں مارا۔ چھوٹے بچے تھے۔ اتنے چھوٹے تھے کہ ان باتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔

آپ کی بیوہ مکرمہ تنویر کوثر صاحبہ چاروں بچوں کے ساتھ اس وقت بیوت الحمد ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ سب بچے زیر تعلیم ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:- منصورہ فرحت عمر پندرہ سال اور میٹرک میں زیر تعلیم ہے۔ عدیل منور کی عمر تیرہ سال ہے اور آٹھویں میں زیر تعلیم ہے۔ بیٹے وقاص احمد منور کی عمر بارہ سال ہے وہ ساتویں میں زیر تعلیم ہے۔ بیٹا توصیف احمد منور جو ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد پیدا ہوا تھا، اس کی عمر قریباً گیارہ سال ہے اور وہ چھٹی جماعت میں پڑھتا ہے۔ اللہ ان سب کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔

نذیر احمد صاحب ساقی شہید۔ چک سکندر ضلع گجرات۔ رفیق احمد صاحب ثاقب شہید۔ چک سکندر ضلع گجرات، اور عزیزہ نبیلہ بنت مکرم مشتاق احمد صاحب۔ چک سکندر ضلع گجرات۔ ان تینوں کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ مکرم نذیر احمد صاحب ساقی ۱۹۵۳ء میں مکرم محمود احمد صاحب کے ہاں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے پڑدادا مکرم دُلّا خان صاحب اور دادا مکرم کالے خان صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اس وقت بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے جب آپ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے ہوئے تھے۔ رضوان اللہ علیھم۔ آپ فوج میں ملازم تھے اور اچھے کھلاڑی اور باکسر تھے۔ فوج سے آپ کی ریٹائرمنٹ اس وجہ سے ہوئی کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کے خلاف کسی کو باتیں کرتے ہوئے سُن کر آپ برداشت نہ کر سکے اور اسے مکّا مارا جس سے وہ وہیں مر گیا۔ یہ جو واقعہ ہے حضرت موسیٰ کے مکہ مارنے والے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ ان کو گرفتار کر لیا گیا اور کورٹ مارشل بھی ہوا لیکن پھر معجزانہ طور پر آپ کو بے قصور قرار دے کر بمع مراعات پنشن وغیرہ دے کر ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ اصل میں شہادت ان کے مقدر میں تھی اس لئے یہ سارا سلوک ان سے کیا گیا۔

دوسرے شہید **مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب** ۱۹۵۲ء میں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خان محمد صاحب اور والدہ کا نام فتح بیگم صاحبہ تھا۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے پڑدادا مکرم محمد بوٹا صاحب اور دادا مکرم محمد بخش صاحب کو بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر حضورؑ کے سفر جہلم کے دوران بیعت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ فوج میں ملازم تھے اور شہادت کے وقت رخصت پر گاؤں آئے ہوئے تھے۔

نبیلہ شہید مکرم مشتاق احمد صاحب کے ہاں چک سکندر ضلع گجرات میں پیدا ہوئیں اور دس سال کی عمر میں جامِ شہادت نوش کر کے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔

ان سب کی شہادت ۱۶ر جولائی ۱۹۸۹ء کو ہوئی جب مخالفینِ احمدیت نے چک سکندر پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے دوران احمدیوں کے قریباً ۶۴ مکانات جلائے گئے اور کھلے بندوں لوٹ مار کی گئی۔

مکرم نذیر احمد صاحب ساقی شہید نے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے اور باقی بچے نذیر شہید کی والدہ محترمہ کے زیر کفالت ہیں۔

دوسرے شہید مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب شہید نے اپنے پیچھے چھ بیٹیاں، دو بیٹے اور ایک بیوہ سوگوار چھوڑے جو اس وقت ربوہ میں مقیم ہیں۔

شہادت **مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر جدران صاحب**۔ تاریخ شہادت ۲ر اگست ۱۹۸۹ء۔ آپ حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ آف تلونڈی جھنگلاں اور حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کے ہاں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار ۳۱۳ صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹری کا کورس پاس کیا اور کچھ عرصہ بطور واقفِ زندگی ناصر آباد اسٹیٹ کی ڈسپنسری میں خدمت بجالاتے رہے۔ اس کے بعد پہلے اپنے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب شہید کے پاس نوابشاہ رہے اور پھر قاضی احمد ضلع نوابشاہ میں اپنا کلینک کھول لیا۔ بوقت شہادت قاضی احمد کی جماعت کے صدر تھے۔

۱۹۸۴ء میں جب حالات خراب ہوئے تو ان کو کئی دفعہ دھمکی آمیز خطوط آئے کہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے لیکن آپ کو ان دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ نماز تہجد میں شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص اپنے آپ کو مریض ظاہر کر کے دوکان میں آیا اور اس نے آتے ہی کئی فائر کئے اور ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت شہادت کا رتبہ پالیا۔ آپ آبِ زمزم سے دھلے ہوئے دو کفن مکہ سے لائے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ انہی میں آپ کو دفنایا جائے۔ اصولاً تو شہید کو کفن نہیں دیا جاتا اپنے انہی کپڑوں میں مدفون ہوتا ہے جن میں خون میں لت پت وہ شہید ہوتا ہے لیکن ان کی خواہش تھی کہ ان کو مکہ والا کفن دیا جائے۔ اس کا سبب اللہ نے یہ بنا دیا کہ پولیس نے وہ کپڑے اپنے قبضے میں لے لئے جن کپڑوں میں شہید ہوئے تھے اور باوجود اصرار کے ان کو واپس نہ کیا۔ نتیجۃً ان کو اسی مکہ والے کفن میں جو آب زمزم میں دھلا کر اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اسی میں دفن کیا گیا۔

شہید مرحوم نے اپنی بیوہ غلام فاطمہ بی بی صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے اور ایک بیٹی پسماندگان میں چھوڑے۔ محمد عبدالسمیع جدران صاحب شادی شدہ ہیں اور امریکہ میں ملازمت کرتے ہیں۔ عبدالحلیم جدران صاحب اسلام آباد (پاکستان) میں اسسٹنٹ چیف منسٹری آف فنانس میں کام کرتے ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ عبدالرفیق جدران صاحب M.Sc نصرت جہاں سکیم کے تحت تیرہ سال بطور وقف مغربی افریقہ میں کام کرتے رہے آج کل کینیڈا میں مقیم ہیں۔ امۃ اللہ خانم صاحبہ شادی شدہ ہیں اور نوابشاہ میں رہ رہی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالمومن جدران صاحب شادی شدہ ہیں۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک وقف کیا اور اب بسلسلہ تعلیم خود تو آئرلینڈ میں ہیں اور ان کی بیگم طاہرہ مومن اور بچے یہاں لندن میں مقیم ہیں۔

ضلع نوابشاہ کا وہ بااثر زمیندار جو کہ پیر بیر والے کا مرید تھا اور جس کی ایماء پر ہی اس علاقہ کے اکثر احمدی ڈاکٹروں کی شہادتیں ہوئیں، اس کی موت اپنے اندر ایک عبرت کا نشان رکھتی ہے۔ اس کے جوان بیٹے نے گھر والوں سے باہمی مشورہ کے بعد اپنے باپ کو رات سوتے میں گولی ماری۔ گولی لگنے کے بعد وہ ذرا سا اٹھا تو اس کی بیوی اور بچوں نے سمجھا کہ اس کو گولی نہیں لگی اور اگر یہ بچ گیا تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ اس کی بیوی، بیٹیوں اور بیٹے نے مل کر اس کا گلا دبانا شروع کیا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کی موت کا یقین نہیں ہو گیا۔

ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب شہید۔ قاضی احمد (ضلع نوابشاہ)۔ یوم شہادت ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۹ء۔ آپ ڈاکٹر عبدالقدیر جدران کے بڑے بھائی تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سندھ میں آکر آباد ہوئے اور شہادت کے وقت قاضی احمد ضلع نوابشاہ میں رہائش پذیر تھے۔

واقعہ شہادت: ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۹ء کو آپ حسب معمول اپنے کلینک میں کام کر رہے تھے کہ ایک مریض کو دیکھنے کے لئے جانا پڑا۔ مریض دیکھ کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں تین افراد میں سے ایک نے آپ کی کمر کے ساتھ پستول رکھ کر فائر کر دیا۔ آپ گر گئے۔ لوگوں نے آپ کو اٹھایا اور ایدھی ٹرسٹ کی ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال لے گئے لیکن آپ راستہ ہی میں دم توڑ گئے۔ کسی دوست نے جو آپ کو پہچانتا تھا آپ کے گھر ٹیلیفون کے ذریعہ اس واقعہ کی اطلاع دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہید مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے: امۃ القدوس صاحبہ شادی شدہ ہیں اور لاہور میں رہتی ہیں۔ عبدالقیوم صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ شادی شدہ ہیں، نوابشاہ میں مقیم ہیں اور ملازمت کرتے ہیں۔ عبدالشکور صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ شادی شدہ ہیں، نوابشاہ میں مقیم ہیں اور ملازمت کرتے ہیں۔ عبدالماجد صاحب شادی شدہ ہیں اور کراچی میں ملازمت کرتے ہیں۔ امۃ الصبور صاحبہ ایم۔ اے اہلیہ مرزا حفیظ احمد صاحب کارکن تحریک جدید ربوہ میں رہتی ہیں۔ سب بچے اللہ کے فضل سے دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔

شہادت **مبشر احمد صاحب شہید۔ تیماپور، کرناٹک (بھارت)**۔ یوم شہادت ۳۰ر جون ۱۹۹۰ء۔ جماعت احمدیہ عالمگیر نے جب صد سالہ جشن کی تقریبات منائیں تو تیماپور کی جماعت نے بھی شایانِ شان پروگرام بنایا۔ اس سے وہاں کے شرپسند غیر احمدیوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور شرارتیں کرنے لگے۔ ۲۹ر جون ۱۹۹۰ء کو ایک احمدی خاتون کی وفات پر جنازہ کو اٹھانے کے لئے مقامی مسجد کی انتظامیہ سے ڈولا مانگا گیا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ وہاں رواج یہ ہے کہ وفات شدگان کو ڈولے میں ڈال کر لے جایا جاتا ہے۔ ہر ملک کے اپنے اپنے رواج ہوتے ہیں وہاں کا یہی رواج ہے جس پر سب احمدی اور غیر احمدی برابر عمل کرتے ہیں۔ وہاں کے مقامی رواج کے مطابق جنازہ کو قبرستان تک پہنچانے کے لئے چارپائی کی جگہ ڈولا استعمال کیا جاتا ہے۔

اگلے دن ۳۰ر جون کو پولیس انسپکٹر کی موجودگی میں دوبارہ مطالبہ کیا گیا تو نہ صرف یہ کہ انکار کر دیا گیا بلکہ پہلے سے تیار شدہ منصوبہ کے مطابق اُن چند احمدیوں پر جو ڈولا حاصل کرنے کے لئے گئے تھے، ایک جمِ غفیر نے لاٹھیوں اور پتھروں سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں چند احمدی سخت زخمی ہو گئے جن میں سے مکرم مبشر احمد صاحب نائنڈ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کے پسماندگان وغیرہ کے متعلق کوئی دوسری خبر نہیں ملی۔ اب اس خطبہ کو سننے کے بعد شاید اطلاعیں آجائیں مگر ان کا اب دوبارہ کسی خطبے میں ذکر نہیں ہو سکتا۔ یہ ریکارڈ میں چلی جائیں گی۔

نصیر احمد علوی صاحب شہید۔ دوڑ ضلع نوابشاہ۔ تاریخ شہادت ۱۷ر نومبر ۱۹۹۰ء۔ نصیر احمد علوی شہید کے والد صاحب جو دوڑ ضلع نوابشاہ کے رہنے والے تھے خود احمدی ہوئے تھے، نہایت مخلص اور فدائی تھے۔ یہ آپ ہی کی نیک تربیت کا نتیجہ تھا کہ نصیر احمد علوی دوسروں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں سرگرداں رہتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر میں دن میں دو چار آدمیوں کو تبلیغ نہ کر لوں تو میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے دن بدن متعصب لوگ آپ کی مخالفت میں بڑھتے رہے۔ ایک دو دفعہ دھمکی بھی ملی کہ اگر تبلیغ سے باز نہ آئے تو آپ کو مار دیا جائے گا لیکن آپ نے اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہ کی اور دعوت الی اللہ میں مصروف رہے۔

۱۷/نومبر ۱۹۹۰ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات دو بجے تین آدمی آپ کے گھر آئے۔ ان میں سے دو تو دیوار پھلانگ کر اندر آگئے اور ایک دیوار پر کھڑا رہا۔ گھر کے اندر داخل ہونے والے دو افراد میں سے ایک نے آپ کے منہ پر تکیہ رکھا اور دوسرے نے آپ کے دل کے بالکل قریب فائر کیا۔ آپ کی اہلیہ فائر کی آواز سن کر جاگ اٹھیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک آدمی آپ پر جھکا ہوا ہے۔ اہلیہ نے اس کو پیچھے سے پکڑنا چاہا تو اس نے کہنی مار کر انہیں نیچے گرادیا اور دیوار پھلانگ کر بھاگ گیا۔ اہلیہ نے جب آپ کے اوپر سے کپڑا ہٹایا تو زندگی کی رمق ابھی باقی تھی۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن رستہ ہی میں آپ شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

آپ نے پسماندگان میں بیوہ مکرمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔ بڑی بیٹی فرحت نصیر صاحبہ سمبڑیال میں بیاہی ہوئی ہیں۔ دوسری بیٹی انیقہ چودھری صاحبہ ہومیوپیتھی کے کورس میں پورے ملک میں اوّل رہیں۔ ان کا نکاح ٹورانٹو کے صفدر حسین واجد سے ہوچکا ہے لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ تینوں بیٹے احسان الحق علوی، انعام الحق علوی اور انوار الحق علوی ابھی زیر تعلیم ہیں۔

محمد اشرف صاحب شہید۔ جلہن ضلع گوجرانوالہ۔ یوم شہادت ۱۶/دسمبر ۱۹۹۲ء۔ محمد اشرف صاحب آف جلہن ضلع گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء میں خود احمدی ہوئے اور بہت جلد جلد ترقی کی۔ مجھے لکھا کرتے تھے کہ میں تو ہر وقت جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہوں سوائے بیوی بچوں کے کوئی میرا نہیں رہا۔ ان پر ۱۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کی رات کو حملہ کیا گیا۔ حملہ آوروں نے دھوکہ سے ان کا اعتماد حاصل کیا۔ رات ان کے پاس ٹھہرے۔ کھانا کھایا اور پھر سوتے میں اُن کے سر اور چہرے پر پستول سے فائر کر کے شہید کردیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ان کی اہلیہ نے اپنے بیٹے کو ساتھ کے گاؤں اطلاع دینے کے لئے بھجوایا تو سب خبر سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے مگر خدا کی راہ میں جان دینے والے اس دوست کے بیٹے نے ان کو تسلیاں دیں کہ میرا باپ نیک انجام کو پہنچا ہے۔ میری والدہ بھی خوش ہیں اور راضی ہیں۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور چھ بیٹے چھوڑے جو سب ابھی زیر تعلیم ہیں۔ بچوں کے اسماء یہ ہیں:- اشتیاق احمد صاحب۔ اعجاز احمد صاحب۔ افتخار احمد صاحب۔ شہزاد احمد صاحب۔ طاہر احمد صاحب۔ خرم شہزاد صاحب۔ صالحہ اشرف صاحبہ اور سعیدہ اشرف صاحبہ۔

رانا ریاض احمد صاحب شہید۔ لاہور۔ تاریخ شہادت ۵/ فروری ۱۹۹۴ء۔ آپ ۱۵/ مارچ ۱۹۵۴ء کو مکرم رانا عبدالستار صاحب کے ہاں ضلع وہاڑی کے گاؤں 285-E.B میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد بلڈنگ میٹیریل کا کاروبار شروع کیا۔ آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت چودھری غلام قادر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف لنگری ضلع جالندھر کا داماد بننے کا شرف نصیب ہوا۔

واقعہ شہادت:- ۲/ فروری ۱۹۹۴ء کی سہ پہر تین بجے دس معاندینِ احمدیت نے شہید مرحوم کے والد مکرم رانا عبدالستار صاحب جو ایک پرجوش داعی الی اللہ تھے پر حملہ کیا اور زدوکوب کرنے کے بعد انہیں اغواء کرنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں رانا ریاض احمد صاحب گھر سے باہر آئے اور والد صاحب کو بچانے کی کوشش کی تو ایک بدبخت نے بالکل قریب سے ان پر فائر کیا جو پیشانی پر لگا اور آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دو دن زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۵/ فروری ۱۹۹۴ء کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اور موت پر ہمیشہ کی زندگی فتح یاب ہوئی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۹ سال تھی۔ آپ کی شہادت کے صرف چار ماہ بعد آپ کی اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں اور ابھی زیر تعلیم ہیں۔ دو بیٹے وقفِ نو کی تحریک میں بھی شامل ہیں۔ شہید مرحوم اپنے بھائیوں اور بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کے پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ ایک بھائی رانا ارسال احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں اور ان دنوں جامعہ میں بطور استاد خدمت کی توفیق پارہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قابل انسان ہیں۔

احمد نصراللہ صاحب شہید۔ لاہور۔ تاریخ شہادت ۵/ فروری ۱۹۹۴ء۔

آپ مکرم ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب ساکن آسٹریلیا کے صاحبزادے اور حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ آپ اپنی والدہ مکرمہ اَمۃ الحیٔ صاحبہ اہلیہ چودھری حمید نصراللہ صاحب امیر ضلع لاہور کے پاس لاہور میں رہتے تھے۔ آپ انتہائی نیک نفس، سادہ اور پروقار طبیعت کے مالک تھے۔ بچپن سے ہی تہجد گزار تھے۔ خدا کے فضل سے موصی بھی تھے اور ہر مالی قربانی میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

۵/ فروری ۱۹۹۴ء کو آپ اپنی رہائش گاہ پر آرام کر رہے تھے کہ بعض نامعلوم حملہ آوروں نے کمرہ میں گھس کر آپ کے سر پر آہنی سریہ مار مار کر آپ کو شہید کردیا اور جاتی دفعہ دروازہ کو باہر سے مقفل کر گئے۔ اگلے دن شام کے وقت آپ کی شہادت کا علم ہوا۔ ۷/ فروری کو ربوہ میں عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ غیر شادی شدہ تھے۔ یہ سمجھ نہیں آئی کہ موصی تھے تو عام قبرستان میں کیوں تدفین ہوئی۔ یہ معلوم کرنا چاہئے نظام وصیت سے۔ اس وقت تو مجبوری ہوگی پولیس کی کہ بعض دفعہ نعش کو دیکھنے کے لئے دوبارہ نکالا جاتا ہے مگر بعد میں تو ان کی نعش، ان کے تابوت کو بہشتی مقبرے میں منتقل کر دینا چاہئے۔

وسیم احمد بٹ صاحب شہید۔ سمن آباد ضلع فیصل آباد۔ اور **حفیظ احمد بٹ صاحب شہید۔ فیصل آباد**۔ تاریخ شہادت ۳۰/ اگست ۱۹۹۴ء۔

مکرم وسیم احمد صاحب بٹ ۱۹۶۹ء میں مکرم محمد رمضان بٹ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے اور مڈل تک تعلیم حاصل کی اور پھر پاورلومز کا کام کرنے لگے۔ جماعت سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور دعوت الی اللہ میں خوب حصہ لیتے تھے۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور چندہ میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔ غریب پرور تھے۔

واقعہ شہادت:- ۳۰/ اگست ۱۹۹۴ء کو ایک شخص مشتاق اور اس کے ساتھی حملہ آوروں نے آپ پر اور آپ کے بھائیوں پر رائفلوں سے گولیاں برسائیں، جن میں سے ایک گولی آپ کے دل پر اور دوسری بائیں ٹانگ پر لگی اور آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بوقت شہادت آپ کی عمر 25 سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔

اس حملہ میں آپ کے بڑے بھائی محمد امین بٹ اور دو چچازاد بھائی حفیظ احمد صاحب بٹ اور اختر کریم صاحب بٹ بھی شدید زخمی ہوئے جن میں سے حفیظ بٹ صاحب ابن اللہ رکھا بٹ صاحب نے الائیڈ ہسپتال پہنچ کر دم توڑدیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دونوں کی تدفین ۳۱/ اگست ۱۹۹۴ء کو ربوہ کے قبرستان عام میں ہوئی۔

حفیظ بٹ شہید ایک ہمدرد، ملنسار اور مخلص احمدی تھے اور دعوت الی اللہ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے علاوہ تہجد بھی ادا کیا کرتے تھے اور چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ بوقت شہادت عمر اٹھارہ سال تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ پسماندگان میں آپ کے والدین، چھ بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ چار بھائیوں اور تین بہنوں کی شادیاں ہوچکی ہیں اور دو بھائی ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

شہادت **پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر صاحب شہید۔ اسلام آباد (پاکستان)**۔ تاریخ شہادت ۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ پروفیسر ڈاکٹر نسیم بابر شہید ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر سید محمد جی احمدی اور سیدہ امۃ الوحید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت سید محمد شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے۔ آپ یعنی پروفیسر ڈاکٹر نسیم صاحب بچپن سے ہی غیر معمولی ذہین تھے اور خدا کے فضل سے مڈل سے لے کر پی۔ ایچ۔ ڈی۔ تک مسلسل تعلیمی وظائف حاصل کرتے رہے۔

پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے وارسا ٹیکنیکل یونیورسٹی پولینڈ میں داخل ہوئے اور ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ۱۹۸۰ء میں واپس آئے۔ پولینڈ میں قیام کے دوران آپ نے محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم کے ادارے انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس سے رابطہ رکھا اور ان کے مختصر کورسز میں داخلہ لیا۔ اسی دوران سویڈن، جرمنی اور اٹلی کی کئی اور اہم یونیورسٹیوں سے بھی آپ کا رابطہ ہوگیا۔ چنانچہ آپ تقریباً ہر سال کسی نہ کسی بین الاقوامی یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر کے طور پر جاتے رہے۔

ٹیکنیکل یونیورسٹی برلن میں تقریباً ایک سال گزارا اور پھر اس یونیورسٹی سے اپنے قریبی روابط کی بنا پر Defects in Semi-conductor Materials اور High Temperature Super Conductivity کے میدان میں ایسی اعلیٰ اور قابل قدر ریسرچ کی کہ برلن کی ٹیکنیکل یونیورسٹی نے قائداعظم یونیورسٹی کے شعبہ فزکس میں آپ کی نگرانی میں Semi-conductor Materials پر مزید تحقیق کے لئے ایک شعبہ کھولنے کی منظوری دے دی۔ اس سلسلے میں تمام انتظامات مکمل تھے اور جرمنی سے اہم سائنسی آلات کی درآمد شروع ہونے والی تھی کہ آپ کی شہادت ہوگئی۔

آپ نے F.Sc. سے لے کر M.Sc. تک کا طالبعلمی کا زمانہ راولپنڈی میں ایک مستعد متحرک خادم کے طور پر گزارا اور مختلف شعبوں کے ناظم رہے۔

واقعہ شہادت:- ۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۴ء، رات ساڑھے دس بجے آپ نے گھنٹی بجنے پر اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو چہرے پر نقاب اوڑھے ہوئے ایک شخص نے گھر کے دروازے کے عین سامنے آپ پر کلاشنکوف کے دو فائر کئے۔ ایک دل پر لگا اور دوسرا گردن پر۔ دونوں گولیاں جسم سے پار ہو کر پیچھے دیوار پر لگیں جن سے سخت کنکریٹ کا پلستر بھی اکھڑ گیا۔ قاتل فوری طور پر دیوار پھلانگ کر عقبی جنگل میں فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس حادثہ کی عینی شاہد آپ کی اہلیہ مکرمہ تمکین بابر صاحبہ کے بیان کے مطابق قاتل چھ فٹ قد کا ایک تنومند شخص تھا جس نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، چہرے پر نقاب تھا جس میں سے صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ اس کے پاس اسلحہ تھا جو اس نے دروازہ کھلنے سے پہلے ہی آپ پر تان رکھا تھا۔ اُس نے کوئی آواز نہ نکالی نہ بات کی، بس چشم زدن میں فائر کر کے فرار ہوگیا۔

آپ کی اہلیہ کے شور مچانے پر ایک ہمسایہ پروفیسر پرویز ہود بھائی دوڑے آئے اور اپنی کار میں ڈاکٹر نسیم بابر کو ڈال کر ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے ہی میں روح قفس عنصری سے

پرواز کر گئی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے چھوڑے۔ تینوں بچے ریما بابر، سقراط بابر اور جبران بابر ابھی زیر تعلیم ہیں اور آجکل اپنی والدہ کے ہمراہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ آپ کی ایک بہن مکرمہ روبینہ ہاشمی صاحبہ یہاں لندن میں رہتی ہیں اور مکرم خاور ہاشمی صاحب کی اہلیہ ہیں۔ آپ کی خالہ محترمہ طاہرہ وِنڈرمین صاحبہ بھی یوکے جماعت کی ایک مخلص اور مستعد خاتون ہیں اور بڑی محنت سے انگلش ڈاک کا کام کرتی ہیں۔

آپ کی شہادت پر جرمنی کے سفیر کے علاوہ قائداعظم یونیورسٹی کے مختلف پروفیسرز اور دیگر شخصیات نیز ملکی اخبارات "دی نیوز" راولپنڈی، ہفت روزہ Pulse اسلام آباد، "دی مسلم" اسلام آباد نے ملائیت اور مذہبی تعصب کو جتنا بھی وہ برا بھلا کہہ سکتے تھے، کہا اور آپ کی وفات پر آپ کے پسماندگان سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔

یہ مختصر ذکر ہے اس شہادت کا۔ اس کے بعد اگلے خطبہ سے انشاءاللہ باقی شہداء کا ذکر شروع کیا جائے گا۔